

اسلام میں حلال و حرام کی حکمت - ۲

سید ابوالاعلیٰ مودودی

مُرَدَّاَر، خُون، لَحْمٌ خَنْزِيرٍ اور جو كچھ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، اس کے حرام ہونے کے احکام دینے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشُوْهُمْ وَ اخْشُوْنِ ط

(البائدة: ۵) آج کفار تمہارے دین کی طرف سے مایوس ہو گئے ہیں، لہذا تم

اُن سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔

پہلے لفظ الیوم کا مفہوم سمجھ لیجئے۔

کبھی الیوم کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آج کے دن یہ بات ہوئی اور کبھی اس کے معنی اب کے ہوتے ہیں، یعنی جس زمانے میں، یا یہ وہ وقت ہے جب یہ واقعہ پیش آیا۔ آپ کہتے ہیں کہ آج حالات یہ ہیں۔ آج دنیا کا رنگ بگرا ہوا ہے۔ آج لوگوں کی اخلاقی حالت خراب ہو رہی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آج کے روز یہ واقعات پیش آئے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ زمانہ ماضی کا ذکر نہیں بلکہ زمانہ حال کا ذکر ہے۔ اب وہ حالات ہیں کہ جن میں یہ واقعات پیش آئے ہیں۔

کفار و مشرکین کی مایوسی

اس کے بعد یہ فرمایا گیا کہ آج کفار تمہارے دین کی طرف سے مایوس ہو گئے ہیں۔ ظاہر بات

ہے کہ اس سے مراد کوئی خاص دن نہیں ہے کہ جب کفار مسلمانوں کے دین سے مایوس ہو گئے۔

درachiul یہ تاریخ کا ایک خاص دور، مرحلہ اور stage میں کفار مسلمانوں سے مایوس ہوئے۔

کفار کے مایوس ہونے کا مطلب کیا ہے؟

ایک وہ وقت تھا کہ کفار یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ ہم لاچ سے، یادھو کا دے کر، یادباؤ ڈال کر، یادھمکیاں دے کر کسی نہ کسی طرح سے مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر لیں گے۔ اس امید پر وہ لڑ رہے تھے۔ اپنی چالیس چل رہے تھے اور اپنی ساری تدبیریں کر رہے تھے اور اسی امید پر وہ ظلم و ستم بھی ڈھار رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کو طرح طرح کے لاچ بھی دے رہے تھے، فریب بھی دے رہے تھے۔ یہ سارے کام وہ کر رہے تھے۔

ایک مرحلہ وہ آیا جب کفار کو معلوم ہو گیا کہ یہ اب ہلائے ہلنے والے نہیں۔ یہ دین جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، یہ اب ٹلنے والا نہیں ہے۔ یہ اب قائم ہو گیا ہے اور یہ ہمارے مٹائے مٹ نہیں سکتا۔ مسلمان بھی اسلام پر ثابت قدم ہیں۔ اب ان کو ہٹایا نہیں جاسکتا، اور دینِ اسلام کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ہماری طاقت سے اب باہر ہو گیا ہے۔
یہ بات کس وقت پیش آئی؟

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ مائدہ کا بڑا حصہ صحیح حدیبیہ کے بعد نازل ہوا ہے۔ صحیح حدیبیہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح میں صاف الفاظ میں فتح میبن کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہ فتح میبن تھی جس سے یہ فیصلہ ہو گیا، پورے عرب کو یہ معلوم ہو گیا، کفار کو بھی معلوم ہو گیا اور مسلمانوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ اب کفار کا زور ٹوٹ گیا ہے۔ اب مسلمانوں کی چڑھ بن آئی ہے۔ اب مسلمانوں کے چڑھاؤ کا وقت ہے اور کفار کے اُتار کا وقت۔ اس موقعے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو اب وہ وقت آگیا ہے کہ کفار تمہارے دین سے متعلق اس بات سے ماپس ہو چکے ہیں کہ وہ اس کو مٹا سکیں۔ تمہارے دین کو اب یہ طاقت حاصل ہو چکی ہے کہ اب یہ کفار کے مٹائے نہیں مٹے گا۔ اب کوئی وجہ نہیں ہے کہ تم ان سے خوف کھاؤ۔ پہلے تو ایک آدمی کے لیے اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر وہ صاف صاف اور کھلمنکھلا احکامِ الہی کی پابندی کرے گا تو اس کی پٹائی ہو گی۔ اس کو گھر سے نکال باہر کیا جائے گا۔ اس کا مال چھین لیا جائے گا۔ اس کے اور ظلم و ستم ڈھائے جائیں گے۔ اس وجہ سے آدمی کے لیے یہ بھی مشکل تھا کہ وہ اسلام قبول کرے اور کھلمنکھلا نماز پڑھ سکے۔ ایک وقت ہمارے ملک میں ایسا بھی آچکا ہے کہ ایک مسلمان کو پارکوں میں نماز پڑھتے ہوئے شرم آتی تھی کہ مذاق اُڑایا جائے گا کہ لبیے مُلاجی نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہاں حالات اس سے زیادہ خراب تھے۔

جب اسلام کی طاقت اتنی زبردست ہو گئی کہ کفار کو معلوم ہو گیا کہ اب یہ ہلانے نہیں ملتے، اب ان کی ایک مضبوط ریاست قائم ہو گئی ہے۔ اب ان کے پاس وہ طاقت ہے کہ اگر ہم لڑیں گے تو ہمیں یہ شکست دے ڈالیں گے۔ جنگِ احزاب میں جس وقت کفار اپنا پورا ازور لگا کرنا کام ہو کر چلے گئے تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ: اب وہ وقت گیا کہ یہ تم پر چڑھ چڑھ کر آ رہے تھے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے، اور ان کو دفاع کرنا پڑے گا۔

تکمیلِ دین کلقاءضا

جب مسلمانوں کو یہ مقام حاصل ہو گیا تو اللہ نے کہا کہ اب تمہارے لیے میرے احکام کی پوری پوری اور کھلمن کھلا تعییل کرنے کا کوئی عذر باقی نہیں ہے۔ پہلے وقت تھا خطرے کا اور خوف کا، لیکن اب یہ حالت نہیں ہے۔ اب اگر تم پیچھے ہے، اب اگر تم نے میرے احکام کی پوری پوری تعییل کرنے میں تأمل کیا، تو اس کے بعد تم پکڑے جاؤ گے۔ اب ان سے ڈرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

اس سے یہ بات آپ کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر مسلمان کسی مقام پر، کسی علاقے میں، دنیا کے ملک میں مغلوم ہوں، غلام ہوں، ان کے پاس طاقت نہ ہو، دوسرے کے احکام ان پر جاری ہو رہے ہوں اور ان کے احکام دوسروں پر جاری نہ ہو رہے ہوں، ان کے پاس خود اپنے احکام جاری کرنے کی طاقت نہ ہو، اس وقت مسلمانوں کے لیے اس بات کا عذر ہے اگر وہ کسی حکم کی تعییل نہ کر سکیں کہ ہم بے بس ہیں، ہمیں کفار کا خطرہ تھا۔ چنانچہ جن حالات میں مسلمان دبے ہوئے ہوں، مغلوب ہوں، کفار چیڑھ دست ہوں اور اسلام کی دشمنی پر تلے ہوئے ہوں، ان حالات میں اگر کچھ احکام پر مسلمان عمل نہ کر سکیں، اپنی پوری کوشش کے باوجود کچھ احکام پر عمل کرنے میں ناکام رہ جائیں، تو ان کے لیے عذر ہے۔

ایک وہ حالت ہوتی ہے کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کوئی بیرونی یا اندر وہی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ آپ کے پاس وہ طاقتیں موجود ہیں جن سے آپ اپنے معاشرے میں پورے پورے اسلامی احکام نافذ کر سکیں۔ کفار ہند یا کفار انگریز جن سے آپ کل مغلوب تھے، وہ اب اس بات

سے ماہیوں ہو چکے ہیں کہ پاکستان ختم ہو جائے گا۔ بیرونی دنیا بھی یہ سمجھتی ہے کہ یہ ریاست قائم رہنے کے لیے بنی ہے، اب یہ ختم نہیں ہو سکتی۔ اب مسلمانوں کے پاس اپنی طاقت ہے۔ یہ وہ حالت ہے جس کے بارے میں یہاں یہ بات فرمائی گئی ہے:

فَلَا تَخْشُوهُمْ وَأَخْشُونِي ^ط(۵:۳) اب تمھارے لیے کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ
تم کسی سے ڈرو، اب مجھ سے ڈرو۔

”مجھ سے ڈرو“ کا مطلب یہ ہے کہ میرے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تمھیں مجھ سے ڈرنا چاہیے۔ اب تمھارے لیے عذر کا کوئی موقع باقی نہیں رہا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کے پاس وہ طاقت آجائے کہ خدا کے سوا کسی سے ڈرنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہے، اس صورت میں اگر وہ دنیا کو دیکھ دیکھ کر یا ان سے متاثر ہو کر احکامِ الٰہی میں ترمیمات کرنے لگیں اور احکامِ الٰہی کی پابندی نہ کریں، تو اس کے بعد دنیا میں بھی خدا کے عذاب کا خوف ہے اور آخرت میں بھی۔ اب کون سی معقول وجہ ہے کہ آپ یہ روشن اپنائیں۔

یہودی تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دنیا میں جہاں بھی وہ رہتے ہیں، اپنی بستیاں الگ بستاتے ہیں، اپنے محلے الگ بستاتے ہیں، ان کی آبادیاں الگ ہوتی ہیں۔ وہ جہاں رہتے ہیں، اپنے لیے ذبیحہ کا پورا انتظام کرتے ہیں جس طرح کہ آپ اس ملک میں کرتے ہیں۔ یورپ کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے، امریکا کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے کہ جس جگہ انہوں نے اپنے ذبیحہ کے خود انتظامات نہ کیے ہوں۔ butcher meat مشہور ہے، جسے چاہیے وہ حاصل کر سکتا ہے۔ گویا جس ذبیحہ کو وہ حلال نہیں سمجھتے اسے وہ استعمال نہیں کرتے۔ جس ذبیحہ کو وہ حلال سمجھتے ہیں، ذبیحہ کے جو احکام ہیں اس کے مطابق دنیا کے ہر حصے میں انہوں نے اس کا انتظام کیا ہوا ہے۔

دوسری طرف مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ اس وقت انگلستان میں ۳ لاکھ مسلمان ہیں۔ بحیثیت مجموعی اس وقت فرانس میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ صرف پیس شہر میں ۵ لاکھ مسلمان ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ یورپین ممالک میں تو ہمارے حلال کھانے کا حصول بڑا مشکل ہے۔ ہم کیسے کھانا کھائیں؟ ہمارے لیے اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ ہم میشیوں کے کٹے ہوئے ذبیحہ کو کھائیں۔ حلال ذبیحہ نہیں کہاں میسر ہے؟ نتیجہ کیا ہوا کہ علماء کرام بالخصوص مصر اور شام کے

علماء کرام نے بے تکلف فتویٰ دے دیا کہ خدا کا نام لیا جائے یا نہ لیا جائے، مشینوں سے ذبح ہو یا ہاتھ سے ذبح ہو، مسلمان ذبح کرے یا غیر مسلم ذبح کرے، کھاؤ۔

یہ وہ صورت حال ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے وارنگ دی تھی کہ اب تمہارے لیے خوف کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اب اگر تم نے میرے احکام کی تعمیل میں تامل کیا تو پھر ڈرو مjh سے۔ دوسرے الفاظ میں دنیا میں بھی میرے عذاب سے ڈرو اور آخرت میں بھی میرے عذاب سے ڈرو۔

اس کے بعد فرمایا:

آلیوْمَهْ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ أَتَمَّتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيَّتُ لَكُمْ
الإِسْلَامَهْ دِيْنًا ط (۳:۵) آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور
اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

یہاں آج، بھی اسی معنی میں ہے جو میں نے پہلے بیان کیا تھا۔ اس سے مراد کوئی خاص دن نہیں ہے بلکہ تاریخ کا خاص مرحلہ اور ایک خاص دور ہے۔

یہ بھی سمجھ لیجیے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ اس سورہ کے نزول کے وقت نازل ہوئی اور دوسرہ اس موقعے پر جب آہجہری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام مکمل ہو گیا تو یہ نازل ہوئی تھی۔ یہ وقت تھا جب آپؐ آخري حج کر کے مظہم سے واپس جا رہے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد لوگوں کی سمجھ میں بات پوری طرح سے نہیں آئی تھی کہ کیا کہا جا رہا ہے۔ جب نبی اکرمؐ کا مشن پوری طرح سے اپنی تعمیل کو پہنچ گیا اور انہوں کو بھی نظر آنے لگا کہ اب آپؐ کا مشن تعمیل کو پہنچ گیا ہے، اس وقت اس آیت کو پھر دہرا یا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ دین کو مکمل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ تم کو دنیا میں جس چیز کی ہدایت کی ضرورت تھی وہ پوری کی پوری ہدایت دے دی گئی ہے۔ جہاں مفصل قوانین بنانے کی ضرورت تھی وہاں مفصل قوانین بنادیے گئے ہیں، جہاں اصول دینے کی ضرورت تھی وہاں اصول دے دیے گئے۔ بہر حال اب تمہارا دین مکمل ہو گیا ہے۔

وَ أَتَمَّتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (۳:۵) اور میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کر دی۔ اتمام نعمت کے دونوں معنی ہیں، یعنی ہدایت کی نعمت بھی تمام کر دی، اور تم کو وہ اقتدار بھی

بجھ دیا جس سے تم میرے احکام کی تعییل خود کر سکو اور دنیا میں میرے احکام کو نافذ کر سکو۔ اس میں دونوں نعمتیں ہیں، یعنی نعمت ہدایت کی تکمیل بھی، اور اس نعمت کی تکمیل بھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مغلوب نہیں رہنے دیا۔ مسلمانوں کو وہ طاقت عطا فرمادی جس سے ان کو اس حالت سے نکال دیا جس سے وہ اس کے احکام کی تعییل کرنا چاہتے بھی تو نہیں کر سکتے تھے، اور اس حالت کو پہنچا دیا جس میں وہ اس کے احکام کی تعییل پوری طرح سے کر سکتے تھے اور دنیا میں اس کے احکام کو نافذ کرنے اور اس کے احکام کو غالب کرنے کے لیے جہاد کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہ طاقت عطا کر دی۔ تب فرمایا کہ میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

اضطرار کی کیفیت

فَمِنْ أَضْطُرَّ فِي مَخْصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِّأَثْمٍ لَا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

(۳:۵) پھر اگر کوئی شخص مضطرب ہو، مخصوص کی حالت میں ہو، بغیر اس کے کہ وہ گناہ کی طرف مائل ہو، تو اللہ غفور و رحیم ہے۔

معلوم ہوا کہ جو چار چیزیں اُپر بیان کی گئی ہیں، یعنی مُرْدَار، خون، جنم خزیر اور جو اللہ کے سوکسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، یا جو اللہ کے نام کے بغیر کسی استھان پر ذبح کیا گیا ہو، ان چاروں چیزوں کو حلال کرنے والی وہ حالت ہے جس میں اضطرار لائق ہو، مخصوص کی حالت ہو، اور آدمی گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔ اس صورت میں ان میں سے کوئی ایک چیز اگر آدمی استعمال کرے تو پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو قطعی طور پر حرام ہیں، کسی حالت میں ان میں اباحت کی گنجائش نہیں نکلتی، جیسے زنا۔ کسی حالت میں اس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ کسی حالت میں وہ مباح نہیں ہے۔

بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اضطرار کی حالت لائق ہو جائے تو اس صورت میں ان کی حرمت میں اباحت ہے۔ حرمت کا حکم باقی رہے گا لیکن اضطرار کی وجہ سے عارضی طور پر وہ حرمت ختم ہو جائے گی اور وہ مباح ہو جائے گی جب تک کہ وہ حالت باقی ہے۔ اضطرار اگر لائق نہ ہو تو حرام چیز کی طرف جانے والا سخت گناہ گار ہے کیوں کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہوا ہے۔

اضطرار کی حالت میں اگر وہ کوئی حرام چیز کھائے تو اس کے ساتھ شرط کیا ہے؟ فی مُخْمَصَةٍ، یعنی ایسا سخت اضطرار ہے کہ جس میں آدمی کے لیے صبر کرنا اور برداشت کرنا ممکن نہ ہو۔ اس کی جان کو خطرہ ہو۔ کوئی ایسی شدید تکلیف ہو کہ وہ برداشت سے باہر ہو، اور اس تکلیف کو رفع کرنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہ ہو کہ حرام شے کو استعمال کیا جائے۔ اس صورت میں آدمی جس قدر ضرورت ہو اس کو استعمال کر سکتا ہے۔

یہاں غَلَبَ مُتَجَاهِنِ لِأَثْمَرِ کی شرط لگائی گئی ہے، یعنی یہ کہ اس وقت بھی آدمی کا دل گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔ آدمی یہ خیال نہ کرے کہ چلو اچھا ہوا پانی نہیں مل رہا ہے، سخت پیاس کی حالت ہے، اب اس وقت موقع تو ملا ہے ذرا شراب پچھنے کا۔ اگر یہ جذبہ پیدا ہو گیا تو وہ چیز حرام ہو گئی کیوں کہ آدمی گناہ کی طرف مائل ہو گیا۔ اس سے نفرت باقی رہے، آدمی اس کو گناہ سمجھتا رہے کہ یہ حرام ہے، اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اجازت دی ہے مجبورأں اس اجازت سے فائدہ اٹھارہا ہوں ورنہ ہے تو حرام۔ اگر گناہ کی طرف مائل ہے تو پھر اجازت نہیں۔ مثلاً ایک آدمی کو شدید بھوک لاحق ہو گئی اور اس کو کوئی چیز کھانے کے لیے نہیں مل رہی سو اسے سور کے گوشت کے۔ اب اس صورت میں وہ اتنا کھائے گا جتنا اس کی جان بچانے کے لیے ناگزیر ہے۔ نہیں کرے گا کہ سیر دو سیر سور کا گوشت حاصل کیا۔ اس کے کچھ کباب بنائے، کچھ شامی کباب بنائے، اس کے ساتھ کچھ پرانٹے تیار کرنے کی فکر کرے اور یہ سوپے کہ ان کے ساتھ کھاؤ۔ یہ جائز نہیں ہے۔ گناہ کی طرف اس کی ذرہ برا برغبت نہیں ہونی چاہیے۔ وہ یہ سمجھے کہ یہ حرام چیز ہے اور مجبوراً اسے کھارہا ہوں۔

اب اگر ان میں سے کوئی چیز آدمی بغیر کسی اضطرار کے استعمال کرتا ہے، خود انتخاب کرتا ہے کہ میں اب ایسے طریقے سے ذبیح کروں گا جس میں ترکیبہ نہ ہو، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اضطرار لاحق نہیں ہے، کوئی منحصرہ لاحق نہیں ہے، صرف گناہ کی طرف جانے کا جذبہ باقی رہ گیا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور جذبہ نہیں ہے۔ ورنہ ایک آدمی ہزار مرتبہ سوچ گا کہ میں اگر کوئی ایسا کام کر رہا ہوں جس کے اندر حرام ہونے کا امکان ہو کجا کہ حرام ہونے کا لقین ہو، تو وہ کبھی نہ کرے گا۔ اگر کوئی شخص یا حکمران حلال و حرام کے اتنے واضح احکامات کے بعد بھی حرام کے ارتکاب کی کوشش کرتا ہے، تو یہ اس شخص کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ کی بندشوں سے نکل بھاگنے کی سوچ رہا ہو۔

اب تو ہم انگریز یا ہندو سے مغلوب نہیں ہیں۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں غلبہ عطا کر دیا ہے۔ اب تو ہمیں وہ طاقت اور وسائل دے دیے ہیں کہ ہم اللہ کے احکامات پر عمل کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اب تو ہمیں دنیا میں اللہ کے احکامات کے نفاذ اور اللہ کے دین کے غلبے کے لیے جہاد کرنا چاہیے نہ کہ ہم حرام کو حلال کرنے کے لیے بھانے تلاش کرتے پھریں۔ اب تمہیں کیا اضطرار لاحق ہے یا کون سی مجبوری اور پریشانی لاحق ہے کہ تم حرام کی طرف جا رہے ہو۔ ایسی صورت میں کسی آدمی کا یہ تلاش کرتے پھرنا کہ فلاں چیز کو کسی طرح حلال کر لیا جائے، یہ اس آدمی کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ کی بندشوں سے نکل بھاگنے کی سوچ رہا ہو۔ اس شخص کا کام نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا ہو۔

اب اگر وہ دنیا کو دیکھ دیکھ کر اور ان سے متاثر ہو کر احکام الہی میں ترمیم کرنے لگیں اور احکام الہی کی پابندی نہ کریں تو پھر اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا ہے کہ اس کے بعد وہ دنیا میں بھی خدا کے عذاب سے دوچار ہوں گے اور آخرت میں بھی خدا کے عذاب کا سامنا کریں گے۔ لہذا اب تمھارے پاس کوئی عذر باقی نہیں ہے۔ دانش مندی اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا والوں سے ڈرنے کے بھجاءے اللہ سے ڈرو۔ مسلمانوں کی عظمت و سر بلندی اور غلبہ دین کی راہ بھی بھی ہے۔ (ریکارڈنگ: حفیظ اللہ رحمٰن احسن، مرتبین: ارشاللر رحمٰن امجد عباسی)
